© rasailojaraid.com

مولانا محمد اکرم رحمانی
مدرس جامعہ سلفیہ

صبر و استقامت کی اہمیت و فضیلت

قوله تعالیٰ: یاایها الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوة ان الله مع الصابرین......الی قوله، واولئک هم المهتدون (البقرہ:۱۵۳تا۱۵۷)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن حکیم کی دیگر متعدد آیات میں صبر کا حکم اور اس کی اہمیت و فضیلت واضح کی گئی ہے۔ صبر کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم ہے دنیوی آفات و مصائب اور نقصانات کو قضائے الٰہی سمجھ کر برداشت کر لینا اور ان پر جزع و فزع و ماتم کرنا اور نہ زبان سے ایسی بات نکالنا جس میں اللہ کی ناراضگی کا پہلو ہو۔ اس کو تسلیم و رضا بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم ہے جہاد کی مشقتوں کی اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا، راہ فرار اختیار نہ کرنا۔ یہ شجاعت و مردانگی اور شیوہ مسلمانی ہے۔ تیسری قسم ہے اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں جو آزمائشیں، جن لذتوں اور دنیوی مفادات کی قربانی دینی پڑے جو ملامتیں سنی پڑیں، ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہ کی جائے بلکہ سب کو اللہ کی رضاء کیلئے برداشت کیا جائے۔ اسے استقامت بھی کہتے ہیں۔

انبیاء کرام اور ان کے پیروکاروں کی سیرت و کردار پر اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر و استقامت ہی ان کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت تھی اور آج بھی اگر ہم کامیابی، فوز و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر صبر و استقامت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت نے تمام اولوالعزم رسل کو صبر کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل** ۔ اور صبر و استقامت پر اللہ نے یہ خوشخبری دی ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب** ۔ کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا بغیر حساب کے۔

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث میں بھی صبر کی اہمیت و فضیلت واضح کی گئی ہے۔ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سواء کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو۔ اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے۔ یعنی اس میں اجر ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کیلئے بھی بہتر ہے (کیونکہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجرہ) (متفق علیہ)

اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **وما اعطی احد عطاء خیرا اوسع من الصبر** (متفق علیہ) یعنی صبر کی توفیق جسے دی جائے تو سمجھ لو کہ اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی۔

علاوہ ازیں ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جب کسی مسلمان کا کوئی چھوٹا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی روح قبض کرنے والے فرشتوں سے اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی۔ اور اس کے کلیجے کے ٹکڑے کو اس سے چھین لیا۔ بتلاؤ، اس نے کیا کہا فرشتے جواب دیتے ہیں۔ اے اللہ، اس نے **انا لله وانا الیه راجعون** پڑھا اور تیری تعریف اور حمد میں مصروف رہا۔ اس وقت اللہ عزوجل حکم دیتے ہیں۔

ابنوا لعبدی بیتا فی الجنة وسموه بیت الحمد، یعنی میرے اس بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مصائب و تکالیف اور آزمائشوں میں صبر جمیل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محرم الحرام اور اس کی عظمت اور ماتم کی شرعی حیثیت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم وافضل الصلوة بعد الفریضة صلوة اللیل (رواہ مسلم، صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کی ہے (مسلم)

مذکورہ حدیث میں اللہ کی طرف مہینے کی نسبت اس کے شرف و فضل کی علامت ہے جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ وغیرہ ہیں۔ محرم الحرام چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اور اسی ماہ محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے۔ باقی حرمت والے تین ماہ یہ ہیں، رجب، ذوالقعدہ، اور ذی الحجہ، ماہ محرم کو یہ امتیازی فضیلت حاصل ہے۔ کہ رمضان کے بعد اس ماہ کے نفلی روزوں کو دیگر نفلی روزوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ بالخصوص دس محرم کے روزے کی حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے کہ یہ ایک سال گذشتہ کا کفارہ ہے۔ اس روز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خصوصی روزہ رکھتے تھے۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہودی بھی اس امر کی خوشی میں کہ دس محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دس محرم الحرام سے ایک دن قبل یا بعد روزہ رکھو یعنی ۹ محرم الحرام اور ۱۱ محرم الحرام کو روزہ رکھے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق بھی واضح ہو اور یہودیوں کی مخالفت بھی۔ لیکن افسوس کہ اس مسنون عمل کو چھوڑ کر بعض مسلمانوں نے محرم کے ان دنوں کو ماتم اور دیگر مذموم رسومات کیلئے مقرر کر لیا ہے۔ حالانکہ ان رسومات کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بالخصوص جاہلیت کی رسم ماتم اور نوحہ کرنا نیز سینہ کوبی کی قبیح رسم سے بارہا اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

نمبر۱: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة (بخاری و مسلم)

ترجمہ: جو ماتم کرتا ہوا اپنے رخسار اور منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح پکارے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نمبر۲: انا بری ممن حلق وصلق وخرق (بخاری و مسلم)

ترجمہ: میں اس سے بیزار ہوں جو مصیبت میں سر کے بال منڈوائے یا بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے۔

نمبر۳: رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوحہ کرنے والی عورت اور سننے والی عورت دونوں پر لعنت کی ہے (ابوداؤد)

فرمایا: ثنتان فی الناس هما کفر الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت (المسلم)

یعنی دو باتیں مسلمانوں میں کفر ہیں۔ نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ حقیقت میں ماتم کی رسم جاہلیت کی رسومات میں سے ایک رسم ہے۔ جسکو دیگر رسومات کے ساتھ اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر ختم کر دیا تھا۔ لیکن آج ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی آڑ میں ہر سال محرم الحرام میں اس کو زور و شور سے زندہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور قرآن کے فرمان کے مطابق وہ زندہ ہیں اور زندوں کے متعلق رونا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا اور ماتم کرنا شہادت کے مرتبہ کی توہین ہے۔ جس کی تمنا خود نبی کریم علیہ السلام نے کی اور صحابہ کرام بھی شہادت کی موت کی تمنا کرتے رہے۔ اگر یوں شہیدوں کے ماتم کی اجازت ہوتی تو سال بھر کے دنوں میں ہمارا کوئی دن بھی ماتم سے خالی نہ ہوتا کیونکہ اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے جتنی قربانیاں مسلمانوں نے دی ہیں اتنی قربانیاں کسی قوم نے اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے نہیں دیں۔ اگر تاریخ پر سرسری نظر دوڑائی جائے تو سال بھر میں کوئی ماہ، کوئی ہفتہ بلکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوگا جس میں شہادت کا کوئی واقعہ یا رنج و الم سے بھرپور کوئی سانحہ پیش نہ آیا ہو۔ اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم بارہ ربیع الاول کو ضرور ماتم کرتے کیونکہ اس دن مسلمان کائنات کی سب سے بڑی شخصیت (اللہ کے بعد) کے وجود مبارک سے محروم ہو گئے تھے اور سرکار دو جہاں ﷺ کی جدائی کے غم میں مدینہ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو یکم محرم الحرام کو ضرور ماتمی مجلس برپا کرتے کیونکہ اس دن خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے جن کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا جا چکا تھا۔ اور ہر طرف اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اگر ہم سوگ منا سکتے تو پھر اٹھارہ ذوالحجہ کو ضرور سوگ مناتے کیونکہ اس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام میں ماتم اور نوحہ وغیرہ کی کوئی اجازت نہیں اسلئے بڑی بڑی شخصیات کے ایام سوگ کے ساتھ نہیں منائے جاتے۔ لہٰذا ہمیں ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا چاہئے تاکہ ہم کم از کم مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کا فہم و شعور اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے آمین

© rasailojaraid.com